Digitized by Khilafat Library Rabwah

خُدا کا قُربُ تبُ عطا ہو گا جبُ عبادتیں قُربُ پانیوالوں کے رستہُ سے گُزریُں گی

اپنے اعمال کو ربوبیّت ، رحمانیّت ، رحیمیّت اور مالکیّت کے معیار کی کسوٹی پر پَرکھتے رہو

روزنامہ الفضل ربوہ
خطبہ نمبر ۵
فون ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۶/۴۱ | سوموار ۱۰۔ رجب ۱۴۱۱ھ، ۲۸۔ صلح ہش ۱۳۷۰، ۲۸۔ جنوری ۱۹۹۱ء | نمبر ۲۴

نماز خدا کو پانے کا ذریعہ ہے جب تک اس ذریعے کا صحیح طریقے سے استعمال نہ کیا جائے اس وقت تک ذریعہ اپنے مقصود کو نہیں پاسکتا ـــــ

سُورۂ فاتحہ کی دُعا ہمیں تربیت دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کس طرح کرو اور اس سُے دلی تعلق کس طرح قائم کرو

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ بتاریخ ۲۱۔ فتح ہش ۱۳۶۹ (۲۱۔ دسمبر ۱۹۹۰ء) بمقام بیت الفضل۔ لندن

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

نماز کا عرفان خدا کی ہستی سے تعلق بڑھانے کا ذریعہ ہے

آج کا خطبہ بھی گذشتہ خطبات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں مَیں یہ سمجھانے کی کوشش کرتا چلا آیا ہوں کہ کس طرح نماز کے ساتھ ایک ذاتی تعلق پیدا کیا جائے اور کس طرح نماز کے مطالب میں ڈوب کر نماز سے لذت حاصل کی جائے اور وہ مقصد پالیا جائے جو نماز کی ادائیگی کا حقیقی مقصد ہے یعنی یہ ایک ذریعہ ہے بندے کو خدا سے ملانے کا۔ پس جب تک ذریعے کا صحیح استعمال نہ ہو اس وقت تک ذریعہ اپنے مقصود کو پا نہیں سکتا۔ پس خدا تعالیٰ کا وصل، خدا تعالیٰ سے تعلق مقصود بالذات ہے اور نماز سے جتنا تعلق بڑھے گا، نماز کا جتنا عرفان بڑھے گا اتنا ہی زیادہ خدا تعالیٰ کی ہستی سے تعلق بڑھے گا اور خدا تعالیٰ کا عرفان بڑھے گا اور نماز کے ذریعے آپ اپنی زندگی کے، اپنی پیدائش کے مقصد کو پا سکتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم نماز سے بے سوچے سمجھے گذرتے چلے جائیں تو تمام عمر کی نمازیں بھی اس عارف باللہ کی ایک نماز کے برابر نہیں ہو سکتیں جو ایک نماز سے گذرتا ہے مگر اس میں ڈوب کر، اس کو اپنا کر، اس کا ہو کر اس میں سے نکلتا ہے۔ اسی لئے بعض دفعہ بعض کم فہم لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ ایک ہی نماز ہوا کرتی ہے جو خدا سے ملا دیتی ہے اور صرف ایک ہی نماز کافی ہے یہ ایک بالکل غلط اور جاہلانہ تصور ہے۔ بعض جو زیادہ عارف بننے کی کوشش کرتے ہیں اور صوفیانہ مزاج رکھتے ہیں یا نہیں مگر لوگوں کو دکھاتے ضرور ہیں۔ وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ بس زندگی کا ایک لمحہ کافی ہے وہ لمحہ جو خدا سے ملا دے اور مفہوم یہ ہوتا ہے کہ بس ایک لمحے کی ملاقات کے بعد پھر ہمیشہ کے لئے چھٹی۔ حالانکہ ملانے والا لمحہ وہ لمحہ ہوا کرتا ہے جو ہمیشہ کے لئے وابستہ کر دے۔ جس کے بعد علیحدگی کا کوئی تصور نہ رہے۔ پس ایک نماز کا سوال نہیں ہے۔ سوال ایک ایسی نماز کا ہے جو آپ کا نماز کے ساتھ ایسا گہرا اور دائمی رشتہ باندھ دے، ایسا تعلق پیدا کر دے کہ جو پھر کبھی نہ ٹوٹے محبت کے متعلق شعراء کہتے ہیں کہ ایک ہی نظر میں ہو جایا کرتی ہے۔ مگر وہ ایک ہی نظر ایسی تو نہیں ہوا کرتی کہ دوبارہ محبوب کی طرف اٹھنے کی تمنا سے ہی محروم رہے۔ ایک نظر سے مراد یہ ہے کہ محبت جب ہو جائے تو پھر ہر نظر اپنے محبوب کو تلاش کرتی ہے اور یہی عرفان الٰہی اور وصل الٰہی کی حقیقت ہے۔ ایک دفعہ جب اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو جائے جس کا نماز سب سے بڑا ذریعہ ہے تو پھر یہ تعلق دائمی ہو جایا کرتا ہے اور اس تعلق کی سچائی کا نشان ہی اس کا دوام ہے۔ اس لئے مَیں آپ کو مختلف پہلوؤں سے نماز کے مضمون پر غور کرنے کے طریق بتانے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ ہر شخص اپنے اپنے مزاج کے مطابق وہ طریق اختیار کرے اور عبادت کا صرف فریضہ ادا نہ کرے بلکہ عبادات کی لذت حاصل کرے اور عبادات کے پھل کھائے۔

صفت رب العالمین پر غور کریں

جب ہم صفات باری تعالیٰ کا ذکر سورۂ فاتحہ کے الفاظ میں کرتے ہیں تو اس کے بعد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) کی دعا ہے۔ اس کا ایک مفہوم مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں، اب ایک اور امر کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ چار بنیادی صفات بیان ہوئی ہیں۔ ربّ العالمین (۱)، الرحمان (۲)، الرحیم (۳)، مالک یوم الدین (۴)۔ پس جب ہم (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کہتے ہیں تو اس کا ایک مطلب تو ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ تیرے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اپنے وجود کو تیرے حضور پیش کر دیتے ہیں گویا آج کے بعد یہ وجود ہمارا نہیں تیرا ہو گیا اور دوسرا معنی یہ ہے کہ ہم قدم بقدم تیرے پیچھے چلتے ہیں جس طرح ایک غلام آقا کی پیروی کرتا ہے اور اپنی مرضی کا مالک خود نہیں رہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ مالک کی تصویر بن جائے جیسا مالک کرتا ہے ویسا ہی وہ کرے تو اس کا نام بھی عبدیّت ہے۔ پس عبدیّت اور عبودیّت، دو (۲) مفہوم عبد کے اندر پائے جاتے ہیں۔ جہاں تک دوسرے مفہوم کا تعلق ہے اس کو پیش نظر رکھیں تو نماز آپ کو روزانہ ایک پیغام بھی دے گی اور ایک محاسبہ بھی کرے گی۔ جب آپ کہتے ہیں: (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) تو سب سے پہلے رب العالمین کی صفت آپ کے سامنے آکھڑی ہو گی اور آپ اپنے دل میں یہ سوچیں گے اگر سوچنے کی اہلیت رکھتے ہوں کہ کیا مَیں بھی ربّ بننے کی کوشش کرتا ہوں؟ کیا میری ربوبیّت کا فیض بھی تمام جہانوں پر ممتد ہے یا ممتد ہونے کی کوشش کرتا ہے؟ یہ ایک سوال اتنا گہرا اور اتنا وسیع سوال ہے کہ اس کے حقیقی جواب تلاش کرنے میں بھی مدتیں درکار ہیں اور اس کو مختلف جگہوں پر باری باری اطلاق کرتے ہوئے پھر اس کا الگ جواب حاصل کرنا ایک

مسلسل صـ۲ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ ص۱ سے آگے

بڑی محنت کا کام ہے۔ مگر ایک بہت ہی دلچسپ سیر ضرور ہے۔

اپنے اعمال کو ربوبیت کی کسوٹی پر پرکھیں

جب انسان کسی ذات کو رب العالمین تسلیم کرتا ہے اور ساتھ یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ ایک قابل تعریف بات ہے (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے) رب العالمین ہونا کوئی برائی کی بات نہیں بلکہ ہر پہلو سے قابل تعریف ہے۔ بلکہ تمام حقیقی تعریفوں کا مستحق رب العالمین ہے تو اگر آپ رب العالمین بننے کی کوشش نہیں کرتے تو آپ جھوٹے ہیں۔ یہ منہ کی تعریف محض ہونٹوں سے نکلی ہوئی تعریف ہے اور دل سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ جو چیز آپ کو پسند آئے آپ ویسا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ پس رب العالمین کہہ کر رب العالمین کا تعلق حمد باری تعالیٰ سے باندھ کر ہر سچے عبادت کرنے والے پر فرض ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے دل کی آرزو بن جاتا ہے کہ وہ ویسا بننے کی کوشش کرے۔ اب رب العالمین کا مضمون تو بہت ہی وسیع ہے۔ لیکن اپنے گردوپیش سے اگر آپ شروع کریں تو اس کا اطلاق نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ اپنے بچوں کے لئے رب ہوتے ہیں لیکن دوسروں کے لئے نہ صرف یہ کہ رب نہیں ہوتے بلکہ ربوبیت کے برعکس اثر دکھاتے ہیں۔ ماں اگر بچوں سے پیار کرتی ہے تو وہ بھی ایک ربوبیت کا مظہر ہے لیکن وہ ربوبیت خدا کی نظر میں قابل تعریف نہیں ٹھہرتی یا قبولیت کی مستحق قرار نہیں پاتی جب وہی ماں اپنے سوتیلے بچوں سے ظلم کر رہی ہوتی ہے۔ جب دوسرے بچوں سے اس کا منفی سلوک ہوتا ہے تو وہیں رب العالمین کا مضمون منقطع ہو جاتا ہے۔ ایسی ربوبیت جو محدود دائرے سے تعلق رکھتی ہو اس وقت تک قابل قبول ہے جب دائرہ وسیع ہو تو تب بھی ربوبیت جاری رہے۔ اور منقطع نہ ہو جائے لیکن ماں کی اپنے بچوں سے محبت اسی وقت ربوبیت کی تعریف سے باہر قدم نکال دیتی ہے جبکہ ماں کے تعلقات دوسرے بچوں سے اور دوسرے بنی نوع انسان سے منفی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے مگر اس کو آپ انسانی دائروں پر پھیلائیں تو آپ کے لئے اپنا جائزہ لینا بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ جب بھی آپ کسی سے تعلقات قائم کرتے ہیں تو وہ ایک لمحہ اپنے نفس کی اندرونی حالت کو جانچنے کا ہوتا ہے۔ تعلقات کس قسم کے قائم ہو رہے ہیں، کیوں ہو رہے ہیں؟ کیا ان تعلقات میں ربوبیت کا کوئی عنصر ہے بھی کہ نہیں؟ یہ وہ سوال ہے جو آپ کے تعلقات کو وضاحت سے کھول کے آپ کے سامنے لاکھڑا کرتا ہے اور جب بھی تعلقات کروٹیں بدلتے ہیں اور لاشعوری حالت سے شعور میں ابھرتے ہیں تو وہ وقت بھی ایسے ہوتے ہیں جب آپ اپنا جائزہ لے سکتے ہیں کہ آپ واقعۃً رب العالمین بننے کی کوشش کرتے ہیں کہ نہیں بعض تعلقات جاری و ساری ہیں اور وہ ایک قسم کے لاشعور میں رہتے ہیں۔ مثلاً اپنے ماحول سے، گردوپیش سے، جانوروں سے تعلقات، یہ اگرچہ دبے ہوئے تعلقات ہیں لیکن ہیں سہی۔ کیونکہ جس کائنات میں ہم سانس لے رہے ہیں یہاں لازماً ہمارے اس سے تعلقات ہیں۔ ایک بچہ چھوٹی سی بندوق لے کر شکار پر نکلتا ہے اور جب وہ شکار کرتا ہے تو اس کا جانور سے ایک قسم کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ لاشعور سے شعور میں ابھر آتا ہے۔ اس وقت اگر وہ شکار کرتا ہے اور ربوبیت پر نظر رکھتے ہوئے ان معنوں میں خدا کی حمد کرتا ہے کہ مالک وہی ہے اور رب بھی وہی ہے۔ اسی نے ہر شخص کے رزق کے انتظام فرمائے ہوئے ہیں اور میرا جو اس جانور سے تعلق ہے بظاہر میں شکاری ہوں لیکن یہاں خدا کی ربوبیت میرے لئے جلوہ دکھا رہی ہے جس طرح اسی پرندے کے لئے اس نے اس وقت جلوے دکھائے جب یہ چھوٹے چھوٹے جانوروں کا شکار کر کے خدا کی ربوبیت کے مزے چکھتا تھا تو ربوبیت کا مضمون بظاہر اس صورت سے متصادم ہونے کے باوجود ایک نئی شکل میں آپ کے سامنے ظاہر ہوتا ہے یعنی خدا تعالیٰ ایک پہلو سے رب بنتا ہے اور دوسرے پہلو سے بظاہر ربوبیت کی نفی ہو رہی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ایک بنیادی قانون ہے جو ہمیشہ کارفرما ہے اور وہ یہ ہے کہ بہتر کے لئے ادنیٰ کو قربان کیا جائے گا۔ یہاں ربوبیت ایک اور رنگ میں آپ کے سامنے ابھرتی ہے مگر وہی بچہ جب آگے بڑھتا ہے اور ایک ایسے جانور کو جو خدا نے خوبصورتی کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کے کھانے کے کام نہیں آ سکتا یا ایسے جانور کو جو خدا تعالیٰ نے صفائی کے لئے مقرر فرمائے ہوئے ہیں یا اور مقاصد کے لئے پیدا کئے ہیں ان کو محض مارنے کی نیت سے مارتا ہے تو یہاں ربوبیت سے وہ اپنا تعلق توڑ لیتا ہے اور واضح طور پر ربوبیت کی حدود سے باہر قدم رکھتا ہے تو بظاہر ایک ہی فعل ہے یعنی جانور سے تعلقات کے دوران کسی جانور کو ذبح کرنا یا شکار کرنا اور کسی جانور کی جان بخشی کرنا۔ لیکن یہ ایک فعل نہیں رہتے۔ جب آپ ان افعال کو مختلف حالات میں ربوبیت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھتے ہیں۔ پھر جانور جو ضرورتمند ہیں، جو مصیبت میں مبتلا ہیں ان کے لئے آپ نے مغربی قوموں میں خاص طور پر ربوبیت کے جذبے دیکھے ہوں گے۔ جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں نسبتاً کم پائے جاتے ہیں تو ایک ہی چھوٹی سی مثال سے جو رستہ کھلتا ہے وہ ایک لامتناہی سفر بن جاتا ہے انسان کے گردوپیش سے تعلقات میں بے شمار قسم کے تعلقات ممکن ہیں اور ہر تعلق میں جب آپ آگے قدم بڑھاتے ہیں یا نئے تجارب حاصل کرتے ہیں، جب لاشعوری تعلقات اچانک شعور میں ابھرتے ہیں تو وہ اوقات ہوتے ہیں جب آپ اپنا جائزہ لے سکتے ہیں اور رب العالمین سے اپنے تعلق کو یا قائم کر سکتے ہیں یا منقطع کر سکتے ہیں۔ پھر ربوبیت کے دائرے میں بالعموم جیسا کہ آپ سب جانتے ہی ہیں غرباء سے تعلق ہے، خدا کے مصیبت زدہ بندگان کی مصیبتوں کا حل ہے اور اس کے برعکس ایسے افعال ہیں جو منفی اثر پیدا کرنے والے ہیں۔ ایک آدمی اگر ایک غریب سے ہمدردی نہیں کر سکتا تو اس کی ربوبیت کے متعلق ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ افسانوی ربوبیت ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ میں رب سے محبت کرتا ہوں لیکن حقیقت میں نہیں کیونکہ ویسا بننا نہیں چاہتا لیکن ایک شخص جب ربوبیت سے برعکس تعلقات کسی سے قائم کرتا ہے۔ کسی غریب کا حق مارتا ہے۔ کسی یتیم کے اموال ہضم کرنے لگ جاتا ہے۔ کسی کمزور پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے تو یہ ربوبیت کی منفی علامات ہیں۔ اب ایسا شخص جب نماز میں (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے) کہتا ہے تو حقیقت میں آسمان سے یہ آواز کیا بن کر اس پر پلٹتی ہے، یہ سوال ہے۔ کیا وہ رحمت کے پھول بن کر اس پر برسے گی جیسا کہ آگے رحمان کا ذکر چلا ہے یا برعکس شکل اختیار کرے گی۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان کا اپنا عمل ربوبیت سے منفی ہوگا تو یہ آواز کہ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے) ہمیشہ اس پر لعنت بن کر گرے گی اور از خود یہ آواز اس پر رحمت کے پھول برسانے کا موجب نہیں بنے گی۔

ربوبیت کے بعد اپنے اندر رحمانیت کی شان پیدا کریں

پس یہ مضمون بہت ہی وسیع اور گہرا ہے اور اس مضمون کو آپ آگے بڑھائیں اور رحمانیت سے تعلق جوڑیں تو (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) دوبارہ کہیں اور پھر سوچیں کہ رحمان خدا نے آپ کے لئے کیا کیا کچھ پیدا کیا ہے۔ رحمان کا تصور قائم ہی نہیں ہو سکتا جب تک عدل کا تصور نہ ہو کیونکہ رحمان عدل سے بالا ہے اور اوپر ہے۔ بالا ان معنوں میں نہیں کہ بے نیاز بلکہ عدل کے قیام کے بعد رحمانیت کا مضمون شروع ہوتا ہے۔ پس جو شخص عدل پر ہی قائم نہیں وہ یہ کیسے کہہ سکتا ہے (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے) رحمان تو ضرورت سے بڑھ کر دینے والا، حق سے بڑھ کر دینے والا، بن مانگے دینے والا۔ پس یہاں تعلقات کے دائرے ربوبیت کی بالا شان دکھانے لگتے ہیں۔ ربوبیت کا مضمون زیادہ ارتقائی صورت میں انسانی ذہن پر ابھرتا ہے اور اس کے اعمال پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

پس جب (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کہتے ہیں تو یہاں ..... مراد اللہ تو ہے ہی کہ اے خدا تجھ سے۔ مگر خدا کی کس شان سے تعلق باندھا جا رہا ہے۔ ربوبیت کا مضمون ایک تعلق پیدا کریگا تو رحمانیت کا مضمون ایک دوسرا تعلق پیدا کرے گا۔ پھر رحیمیت کا مضمون ہے۔ جس میں محنت کا پورا پورا اجر بلکہ محنت سے کچھ بڑھ کر اجر دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ ایک انسان اپنے تعلقات کے دائرے میں بڑی آسانی کے ساتھ اپنے آپ کو پرکھ سکتا ہے کہ کیا میں جب کہتا ہوں (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بے حد کرم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے) تو رحیم تک میری حمد کی آواز پہنچتی بھی ہے کہ نہیں یا رحیمیت کو میں واقعی قابل تعریف سمجھتا ہوں اور اگر سمجھتا ہوں تو پھر میں خود کیوں رحیم بننے کو شش نہیں کرتا پس جہاں جہاں اس کے اس سوال کے جواب میں ایک منفی تصویر ابھرتی ہے یا بے رنگ تصویر ابھرتی ہے وہیں وہیں اس کا (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کہنا اثر سے خالی ہوتا چلا جاتا ہے۔ جہاں منفی تصویر ابھرتی ہے اس کا مضمون بعد میں بیان ہو گا کہ پھر اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔

مالک کا صحیح مفہوم

آگے بڑھیں تو (مالک ہے قیامت کے دن کا) تک آپ پہنچ جاتے ہیں۔ مالک میں خدا تعالیٰ کی نہ صرف ملکیت کی صفت بیان ہے بلکہ ملوکیت کی صفت بھی بیان ہے یعنی مالک کے اندر سب چیزیں داخل ہو جاتی ہیں لیکن جب یوم الدین کے ساتھ مالک کا مضاف ہو تو مالک یوم الدین کا مطلب یہ ہے کہ ایسا مالک جس کے قبضۂ قدرت میں تمام انجام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ کوئی چیز اس سے بھاگ کر باہر نکل ہی نہیں سکتی۔ ساری عمر کوئی شخص محنت کرے اور وہ سمجھے کہ میری اس کوشش میں کسی اور نے کوئی دخل نہیں دیا اور میں کامیاب ہو گیا لیکن اس محنت کا پھل گھر پہنچنے تک بھی اگر مالک یہ فیصلہ کر لے کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ اگر گھر میں پہنچ بھی جائے اور وہ بظاہر سمجھے کہ میں اپنی محنت کے پھل پر قابو پا چکا ہوں، یہ میرا ہو چکا ہے اگر مالک یہ سمجھے کہ اس سے اس محنت کرنے والے کو فائدہ نہیں پہنچنا چاہیئے تو وہ محنت کرنے والا خود دنیا سے اٹھ سکتا ہے یا اور کوئی ایسی بلا اس پر نازل ہو سکتی ہے کہ گھر میں پھل موجود ہے لیکن محنت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تو مالک ایک ایسے کامل صاحبِ اختیار وجود کا تصور پیدا کرتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے جو سیاست کا بھی بادشاہ ہے، جو ملکیت کا بھی بادشاہ ہے اور ملوکیت کا بھی یعنی وہ تمام اختیارات بھی رکھتا ہے جو ایک مالک اپنی کسی چیز پر رکھتا ہے خواہ وہ بادشاہ ہو یا نہ ہو۔ ایک چھوٹے سے چھوٹا غریب آدمی بھی کچھ نہ کچھ اختیار رکھتا ہے۔ ایک روٹی کا ٹکڑا بھی اگر اس کو بھیک کے طور پر ملا ہو تو وہ اس ٹکڑے پر تھوڑا سا اختیار رکھتا ہے تو مالک کے اندر یہ تمام اختیارات آجاتے ہیں جن میں بادشاہ کو دخل دینے کا کوئی حق ہی نہیں پہنچتا اور اگر وہ چاہے بھی تو ہر ایک کے اختیار چھین نہیں سکتا تو مالک ایسے عظیم وجود کو کہتے ہیں جو ہر چیز کا حقیقی مالک ہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور مالک کے اندر بعض ایسی باتیں ہیں یعنی بادشاہ کے اختیارات میں جو مالکیت کے دوسرے اختیارات میں نہیں ہوا کرتیں۔ بادشاہ قانون بنا دیتا ہے۔ بادشاہ جب چاہے کسی کو DISPOSSESS کر دیتا ہے یعنی اس کے اختیارات وقتی طور پر چھین لیتا ہے، سوائے اس کے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتیں جن پر انسان کا اختیار رہتا ہی ہے وہ چھین نہیں سکتا وہ اس کو اس کی ہر چیز سے POSSESSION سے محروم کر سکتا ہے لیکن اس کے خیالات کے قبضے سے محروم نہیں کر سکتا۔ پس خدا جب مالک بنتا ہے تو ہر چیز کا مالک بن جاتا ہے وہ بندے کے خیالات کا بھی مالک بن جاتا ہے اور جب چاہے ان کو بھی تبدیل فرما سکتا ہے۔ وہ ہر ذی شعور کے شعور کا مالک بن جاتا ہے اور جب وہ بادشاہ بنتا ہے تو جس سے چاہے جس کو چاہے محروم کر دے۔ یہ مضمون قرآن کریم نے مختلف سورتوں میں مختلف آیات میں بیان فرمائے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: (اے اللہ جو سلطنت کا مالک ہے تو جسے چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت لے لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے غلبہ بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے سب بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے اور تو یقیناً ہر چیز پر قادر ہے) (سورۃ آل عمران: آیت ۲۷) یہاں مالک کا معنی صرف کسی چیز پر قبضہ کرنے والا نہیں بلکہ یہاں ملوکیت کے معنی اور بادشاہت کے معنے بھی اس میں داخل فرما دیئے جیسا کہ میں بیان کر رہا ہوں ...... اے خدا! تو ملک کا بھی مالک ہے۔ یعنی صرف چیزوں کا مالک نہیں، بادشاہتوں کا اور مضامین کا بھی مالک ہے۔ کوئی مضمون ایسا نہیں جس کا تو مالک نہ ہو اور بادشاہت بھی ایک مضمون ہے جو تیرے قبضۂ قدرت میں ہے ...... تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرما دیتا ہے جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے تو ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ مالک کی تعریف ہے .... (سورۃ آل عمران: آیت ۲۸) کہ اے خدا! تو رات کو دن میں تبدیل فرما دیتا ہے دن کو رات میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ موت سے زندگی نکالتا ہے اور زندگی سے موت نکالتا ہے۔ مُردوں سے زندہ پیدا کرتا ہے اور زندوں سے مُردہ پیدا کر دیتا ہے ...... اور جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرما دیتا ہے تو اس آیت نے اس مضمون کو خوب کھول دیا کہ مالک سے مراد محض کسی چیز کا مالک اُن معنوں میں نہیں ہے جن معنوں میں ہم مالک بنتے ہیں یا مالکیت کا مضمون سمجھتے ہیں بلکہ بہت ہی وسیع اور گہرا مضمون ہے اس میں سیاست اور بادشاہت بھی داخل ہو جاتی ہے اور رزق بھی داخل ہو جاتا ہے اور قانون سازی بھی داخل ہو جاتی ہے اور قانون پر پورا قبضہ ہونا بھی داخل ہو جاتا ہے اور قانون کا نفاذ بھی داخل ہو جاتا ہے اور زندگی بھی اس کے ماتحت آتی ہے اور موت بھی اس کے ماتحت آتی ہے گویا مالکیت کا تصور اتنا وسیع ہے کہ رحمانیت نے جس تخلیق کا آغاز کیا تھا اور ربوبیت نے اس تخلیق کو جن جن منازل سے گزارا تھا اور رحمانیت اور رحیمیت نے ان کے اوپر جو جو جوہر دکھائے ان سب کے بعد جو آخری صورت وجود کی ابھرتی ہے اس تمام صورت پر ہر پہلو سے خدا کا مکمل قبضہ ہے۔ پس مالک کا تصور ایک بہت ہی عظیم تصور ہے اور مالک بننے کی کوشش کرنا یہ مضمون ایک مشکل مضمون ہے لیکن اس کا تعلق پہلے مضامین سے ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ مالک ظالم بھی ہو سکتا ہے، سفاک بھی ہو سکتا ہے، کسی سے ناجائز چھین کر بھی وقتی طور پر مالک بن سکتا ہے اور ملوکیت کے اور ملکیت کے نہایت خوفناک مظاہر ہم دیکھتے ہیں تو پھر ہم ویسا بننے کی کس طرح کوشش کر سکتے ہیں لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ ربوبیت کے دائرے سے داخل ہو رہے ہیں اور رب بننے کی کوشش مخلصانہ طور پر کر چکے اور کسی حد تک ربوبیت سے حصہ پا لیا۔ جب رحمانیت کے دروازے میں داخل ہوئے اور رحمان بننے کی کوشش کی اور کسی حد تک رحمانیت سے حصہ پا لیا جب رحیمیت کے دروازے میں داخل ہوئے اور رحیم بننے کی کوشش کی اور رحیمیت سے کسی حد تک حصہ پا لیا تو درحقیقت آپ ہی ہیں جو مالک بننے کی صلاحیت پیدا کر چکے ہیں۔ آپ ہیں جن کا یہ حق بنتا ہے کہ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) اے خدا! کچھ چیزوں میں تو ہم نے واقعۃً کوشش کی اور تیرے جیسے بننے کی کوشش کرتے رہے اور کسی حد تک بن گئے مگر ملوکیت کا مضمون ایسا ہے جس میں ہمارا دخل نہیں ہے اور ہم مالک بن نہیں سکتے کیونکہ یہاں کامل طور پر تیرا قبضہ ہے۔ اس لئے اب تو ہمیں مالک بنا بھی دے اور یہ توفیق عطا فرما کہ ہم ملوکیت کے وقت رب بھی ہوں اور رحمان بھی ہوں اور رحیم بھی ہوں اور تیری تمام صفات کے مظہر ہوں اور تیرے مالک ہونے میں جو یہ ایک خاص شان پائی جاتی ہے کہ مالک ہوتے ہوئے بھی تو دوسروں کو ملکیت عطا کر دیتا ہے، یہ شان بھی ہمیں بخش۔

مالک بننے کی کوشش کرنا

اب یہاں خدا کی صفات کے مطابق مالک ہونا اور بندے کی صفات کے مطابق مالک ہونا دو الگ الگ چیزیں بن جاتی ہیں۔ ان شرائط کے ساتھ جو شرائط سورۂ فاتحہ ہمارے سامنے رکھتی ہے جب ہم مالکیت کے مضمون پر غور کرتے ہیں اور اس کا موازنہ اس مالکیت سے کرتے ہیں جو اس مضمون سے عاری ہے۔ ان شرائط سے عاری ہے تو زمین و آسمان کا فرق پڑتا ہے یا آسمان اور زمین کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ ایسا مالک جو اِس جذبے سے پاگل ہو کر کہ میری جائیداد بڑھے میرا قبضۂ قدرت بڑھے۔ ایسا بادشاہ جو اِس ہوس سے پاگل ہو کر خدا کے بندوں پر حملے کرتا ہے اور اس کی مخلوقات کے لئے ایک عذاب بن جاتا ہے کہ کسی طرح میری ملک گیری کی ہوس پوری ہو اور میری مملکت وسیع ہو وہ نہ رب بن سکتا ہے نہ رحمان بن سکتا ہے۔ نہ رحیم بن سکتا ہے۔ مالکیت کسی کو دیتا نہیں بلکہ چھینتا چلا جاتا ہے حالانکہ قرآن کریم نے مالکیت کی یہ تعریف فرمائی کہ (تو جسے چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت لے لیتا ہے) اصل حقیقی مالک وہ ہے جو عطا بھی کرتا ہے، صرف لیتا ہی نہیں لیکن جب لیتا ہے تو وہ حق لیتا ہے جو اس کا ہے اور کسی اور کا حق نہیں لیتا اور جب عطا کرتا ہے تو کسی کو حق نہیں دے رہا ہوتا بلکہ اپنی طرف سے عطا کر رہا ہوتا ہے کیونکہ کلیۃً مالک وہی ہے دنیا کا بادشاہ جو ملک گیری کی ہوس کے ساتھ حملے کرتا ہے وہ ایسے حق چھین رہا ہے جو اس کے نہیں ہیں۔ وہ دوسرے بندگانِ خدا کے حقوق میں دخل اندازی کرتا ہے اور غاصب کی چھینی ہوئی چیزیں اس کو مالک نہیں بنا دیا کرتیں۔ ان میں سے وہ کچھ کسی کو دے بھی دے اور کوئی والی مقرر کر دے اور بظاہر ملوکیت کسی کے سپرد کر دے تو جیسا اس کا قبضہ ناجائز ویسے اس کی عطا ناجائز اور بے معنی اور بے حقیقت لیکن جب یوم الدین کی شرط ساتھ لگا دیں تو یہ فرق بالکل ہی نمایاں اور اتنا زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی مشابہت کی شکل بھی باقی نہیں رہتی۔ یوم الدین کا مطلب ہے: جزا و سزا کے دن، آخری دن کا مالک۔ ہر چیز اس کی طرف لوٹ جائیگی اور ایک ایسا وقت آئے گا جب کوئی دوسرا شخص ملکیت میں یا ملوکیت میں ایک ذرہ بھر بھی اس کا شریک نہیں رہے گا۔ قرآن کریم فرماتا ہے ...... (سورۃ المطففین: آیات ۱۹-۲۰) کہ تمہیں کس طرح سمجھائیں کہ یوم الدین کیا چیز ہے۔ یوم الدین اس دور کا، اس زمانے کا نام ہے ...... کوئی شخص اپنے لئے یا اپنے کسی عزیز یا تعلق والے کے لئے کسی چیز کا بھی مالک نہیں رہے گا ...... اور ملکیت کا امر کلیۃً، سو فیصد خدا کی طرف لوٹ چکا ہو گا۔ پس یہ دنیا کے بادشاہ اور دنیا کے مالک عارضی طور پر آپ کو بظاہر مالک دکھائی بھی دیں اور خدا کی صفتِ ملوکیت میں شریک بھی دکھائی دیتے ہوں مگر اس طرح دنیا سے خالی ہاتھ واپس جاتے ہیں اور اس طرح ان کی ملوکیتیں اور ملکیتیں یا ان سے چھینی جاتی ہیں یا یہ خود ان سے جدا کئے جاتے ہیں کہ بالآخر خدا کی مالکیت کا مضمون اپنی پوری شان سے بلا شرکتِ غیرے اُبھرتا ہے اور ہر امر اس کی طرف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوٹ جاتا ہے۔

پس خدا کے بندے کے طور پر اس کی ملوکیت میں حصہ لینا اس مضمون کو بہت وسیع کر دیتا ہے اور جو خدا سے مالکیت مانگتا ہے اور خدا جیسا بن کر مالک بننے کی کوشش کرتا ہے اسے موت اس کی ملکیت سے محروم نہیں کیا کرتی۔ وہ ایک عالم بقاء میں رہنا سیکھ لیتا ہے۔ یہاں جو کچھ پاتا ہے وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اسے اگلی دنیا میں منتقل بھی کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں جو بادشاہتیں خدا کی خاطر عاجزی اور انکساری سے کرتا ہے اور ربّ اور رحمان اور رحیم بن کر خدا کے بندوں سے تعلقات قائم کرتا ہے۔ بڑا ہو کر چھوٹا بنتا ہے، اس کی ملوکیت بھی قیامت کے دن کے بعد خدا تعالیٰ کی رحمت کے جلوے کی صورت میں اسے واپس کی جائے گی اور بہت بڑھا چڑھا کر واپس کی جائے گی۔ پس اس دنیا میں ہم کس حد تک مالک ہوں گے اور کس حد تک ملِک ہوں گے اس کا تعلق اس دنیا میں خدا کے مالک اور ملِک ہونے سے ہے اور اس بات سے ہے کہ ہم نے اس مالک اور ملِک سے کس حد تک تعلق جوڑ لیا ہے۔

پس نعبُدُ کا ایک یہ مضمون ہے۔ ایک یہ مفہوم ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تُو جانتا ہے اور تُو دیکھ رہا ہے کہ جو چیز تیری ہمیں پسند آرہی ہے ہم ویسا بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمارے اخلاص میں تو کوئی شک نہیں رہا۔ اگر ہم جھوٹے ہوتے تو منہ کی تعریف کرتے اور عملاً ہم اور رُخ اختیار کرتے، کسی اور سمت میں روانہ ہو جاتے مگر جس کو ہم اچھا سمجھ رہے ہیں اس کے قدم بہ قدم اس کے پیچھے چلے آرہے ہیں۔ پس .... اے خدا ہم پورے خلوص کے ساتھ اور صمیم قلب کے ساتھ اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ اور اپنے اعمال کی تصدیق کے ساتھ بار بار یہ عرض کرتے ہیں کہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔

خدا تعالیٰ کے احکام اور صفات کی پیروی کی ضرورت

دوسرے معنوں میں (ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں) میں خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی ہے۔ ایک اس کی صفات کی پیروی ہے اس طرح جو دنیا میں ہر جگہ جلوہ گر دکھائی دیتی ہیں اور اس کے لئے کسی مذہبی احکام کی ضرورت نہیں۔ انسان کا ربوبیت کا تصور، رحمانیت کا تصور، رحیمیت کا تصور اور مالکیت کا تصور خدا کے تعلق میں کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے اور اپنے اپنے تصور کے مطابق جس حد تک انسان عبدیت کی راہیں اختیار کرتا ہے وہ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کہنے کا حق رکھتا ہے لیکن جب خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت نازل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ صرف اپنی صفات کے جلووں سے ظاہر نہیں ہوتا بلکہ اوامر اور نواہی کے جلووں سے ظاہر ہوتا ہے۔ احکام دیتا ہے اور بعض چیزوں سے منع کرتا ہے۔ کہیں شجرہ طیبہ ہے اور کہیں شجرۂ خبیثہ ہے۔ فرماتا ہے کہ شجرۂ طیبہ سے جتنے پھل چاہو کھاؤ اور جس طرح چاہو کھاؤ اور حکم دیتا ہے کہ شجرۂ ممنوعہ کی طرف نہ جاؤ۔ وہ خبیث شجر ہے تو یہاں انسان روزانہ دو ٹوک فیصلے کرنے کا اہل ہو جاتا ہے یہاں اس کی سوچوں اور فکروں کا سوال نہیں رہتا بلکہ کھلم کھلا خدا کی عبودیت کے مراحل اس کے سامنے آتے ہیں اور ہر مرحلے پر وہ فیصلہ کرتا ہے کہ میں نے عبودیت کرنی ہے یا عبودیت سے منہ پھیرنا ہے۔ پس ان معنوں میں جب وہ ان شرائط کو پورا کرتا ہے اور ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پورا کرتا ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ کسی حد تک پورا کرتا ہے تو وہی چار صفات کے جلوے دوبارہ ایک کے بعد دوسرے ہمارے سامنے رقص کرتے ہوئے آجاتے ہیں ایک حسین نظارے کی صورت میں آجاتے ہیں۔ ربوبیت کے معاملے میں ہم نے کس حد تک خدا کے احکامات کی پیروی کی اور اس کی مناہی سے بچے۔ رحمانیت کے پہلو سے ہم نے خدا تعالیٰ کے کس کس حکم کی پیروی کی اور کس کس حکم کا انکار کیا اور رحیمیت کے پہلو سے ہم نے کس حد تک خدا تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کی یا ان کا انکار کیا اور اسی طرح مالکیت کے پہلو سے ہم کس حد تک واقعۃً خدا کے سچے بندے ثابت ہوئے۔ یہ عبودیت کے مضمون کو مکمل کر دیتا ہے اور اسی مضمون میں یہ نماز بھی شامل ہے جس میں ڈوب کر آپ خدا سے یہ تعلقات قائم کر رہے ہیں۔ خدا نے ہی اپنے تعلق کا یہ ذریعہ بیان فرمایا اور سب سے زیادہ اس کو اہمیت دی تو اس ساری دنیا کی سیر کے بعد جب ایک نمازی واپس اپنے حال میں لوٹتا ہے تو یہ بھی پھر پہچانتا ہے اور دیکھنے کی کوشش کرتا ہے کہ میں کس حد تک نماز کے تقاضے پورے کر رہا ہوں اور کس حد تک عدل کے ساتھ نماز کے تقاضے پورے کر رہا ہوں اور کس حد تک عدل سے بالا اور اونچا ہو کر خدا کے حضور ایسی عبادت کر رہا ہوں کہ اگر نہ بھی کروں تو مجھ پر حرف نہیں لیکن بہت بڑھ کر سلوک کرتا ہوں اور جب یہ مضمون شروع ہوتا ہے تو وہاں احسان کا مضمون داخل ہو جاتا ہے۔ یعنی نماز عدل سے احسان میں تبدیل ہونے لگتی ہے اور پہلے سے بڑھ کر حسین ہونے لگ جاتی ہے۔ اب آپ (ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) میں داخل ہوتے ہیں۔ اب دیکھیں کہ ہر شخص کا (ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) ہر دوسرے شخص سے کتنا مختلف ہو چکا ہے۔ بظاہر ایک ہی آواز ہے کہ اے خدا! ہم تیری مدد چاہتے ہیں اور صرف تیری مدد چاہتے ہیں۔ تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں لیکن کس کس مدد کی اہلیت کے ساتھ۔ جب بھی سوالی حکومتوں میں پیش ہوا کرتے ہیں تو ان کے ساتھ ان کے BIODATA'S ہوتے ہوتے ہیں، ان کے اعمال نامے ہوتے ہیں۔ جو چیز انہوں نے حاصل کی، جو حاصل نہ کر سکے اُن سب کا خلاصہ بعض صفحات پہ درج ہو کر پیش ہوا کرتا ہے۔ اگر کسی نے چپڑاسی بھی بننا ہو تو اس کے لئے بھی کچھ صلاحیتیں درکار ہیں۔ پس وہ بادشاہ جو چپڑاسی بھی بنا سکتا ہے اور وزیر اعظم بھی بنا سکتا ہے وہ بظاہر مالک تو ہے اور قدرت تو رکھتا ہے کہ جسے چاہے چپڑاسی بنا دے۔ جسے چاہے وزیر اعظم بنا دے مگر آنکھیں بند کر کے ایسا نہیں کرتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ درخواست کنندہ کے پاس کون سی صلاحیتیں ہیں، کون سے اس کے مددگار کوائف ہیں جن کی روشنی میں مجھے اس کے ساتھ اپنے تعلقات میں معین فیصلہ کرنا ہے کہ کس مرتبے پر میں اس کو نافذ کروں گا۔ کس مقام تک اس کو بلند کروں گا۔ اس کا رفع کہاں تک ہونا ہے۔

پس (ہم تیری ہی مدد چاہتے ہیں) میں ادنیٰ سے ادنیٰ حالت سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ حالت تک کی دعا مانگ لی گئی مگر اس بات کا فیصلہ کہ یہ دعا کس حد تک قابلِ قبول ہوگی یہ فیصلہ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) نے پہلے ہی کر دیا ہے اور (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) کے مضمون کی تفصیل خدا کی نظر میں ہے اور فرشتے اس تفصیل کو لکھتے چلے جاتے ہیں اور ایک ایسا اعمال نامہ تیار کرتے چلے جاتے ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ جب قیامت کے دن دوسری زندگی میں یہ اعمال نامہ انسان کے سامنے پیش ہوگا تو حیرت سے کہے گا کہ .... (سورۃ الکہف: آیت ۵۰) کہ کیسی کتاب ہے کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی نہیں چھوڑ رہی اور کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی نہیں چھوڑ رہی۔ ہر چیز کا اس نے احاطہ کیا ہوا ہے۔ پس وہ احاطہ جو قیامت کے دن ہوگا وہی احاطہ اس دنیا میں (تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) کے وقت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ دعاؤں کی قبولیت میں ہر بندے سے الگ الگ سلوک ہو رہے ہوتے ہیں۔ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ایک دعا تھی لیکن وہ ایک ایسے شخص کی دعا تھی جو تمام انسانوں کے رفع کے وقت خواہ وہ عام انسان تھے یا انبیاء تھے سب کو پیچھے چھوڑ گیا اور اس کا مقامِ قرب ہر دوسرے نبی سے ہی بالا نہیں بلکہ تمام فرشتوں تمام ملائک تمام کائنات میں ہر وجود سے آگے تھا۔ پس اس مقامِ قرب پر جو سفارش ہوتی ہے یا دعا ہوتی ہے اس کا ایک اور مرتبہ ہے اور دنیا میں بھی ہم یہی کچھ دیکھتے ہیں۔ اس لئے خدا کے مضمون کو سمجھنے کیلئے کوئی غیر معمولی صلاحیتیں درکار نہیں۔ آپ روزمرہ کی دنیا میں اُتر کر اپنے گردو پیش میں، اپنی فطرت اور فطرت کے نتیجے میں اپنے تعلقات پر غور کریں جو طبعی تعلقات ہیں اور سچائی پر مبنی ہیں تو آپ کے لئے خدا تعالیٰ سے تعلقات قائم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں رہتا۔ اب ایک بادشاہ کے حضور اس کا وزیر اعظم جو اس کا چہیتا بھی ہو وہ ایک درخواست پیش کرتا ہے۔ اگرچہ وہ درخواست ایسے غریبوں کی طرف سے ہے یا ایسے مجرموں کی طرف سے ہے جن سے بادشاہ کو یا تعلق نہیں ہے یا اُن سے ناراض ہے لیکن جب وزیر اعظم وہ درخواست پیش کرتا ہے تو اس کی حیثیت بالکل بدل جاتی ہے اور قبولیت کا ایک بڑا مرتبہ اس درخواست کو حاصل ہو جاتا ہے ورنہ ہر کس و ناکس کو کہاں یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ بادشاہ کی بعض دفعہ زنجیر بھی کھٹکھٹا سکے کجا یہ کہ اس کی آواز وہاں تک پہنچے تو وسیلے کا مضمون بھی اس سے شروع ہو جاتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا سے ہر چھوٹی اور بڑی چیز مانگو

اور اس مضمون کے معاً بعد (ہمیں سیدھی راہ پر چلا) کی دعا اسی مضمون کو آگے بڑھا رہی ہے اور نئے نئے جہان علم و معرفت کے ہمارے سامنے کھولتی ہے۔ (ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں) مدد مانگیں تو کیا؟ یہاں نستعین کا عبودیت سے صرف ان معنوں میں تعلق نہیں جو میں بیان کرچکا ہوں بلکہ نستعین ایک خالی برتن ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس میں کیا مانگا گیا ہے۔ نستعین کا ایک تعلق ربّ سے ہے۔ رحمان سے ہے۔ رحیم سے ہے۔ مالک یوم الدین سے ہے اور عبادتوں سے ہے اور اس کی روشنی میں ہر چیز انسان مانگ سکتا ہے ایک تسمہ بھی خدا سے مانگتا ہے اور مانگنا چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ خدا سے صرف بڑی چیزیں نہیں چھوٹی چیزیں بھی مانگو تو نستعین کا ایک بہت ہی بڑا وسیع اور کھلا برتن ہے جس کو آپ نے کچھ نہ کچھ مانگ کر بھرنا ہے لیکن جب آپ (ہمیں سیدھی راہ پر چلا) تو یہاں آپ دنیاوی چیزوں سے ہٹ کر کچھ اور مانگنے لگے ہیں۔ اب یہاں نعمتیں نہیں مانگ رہے بلکہ مراتب مانگ رہے ہیں اور ان دو باتوں میں بڑا فرق ہے۔ (اس رستے پر جس پر تو نے انعام کیا) فرمایا - یہ نہیں فرمایا کہ اے خدا! ہمیں اس رستے کی طرف ہدایت دے جس پر نعمتیں ملتی ہوں۔ نعمتیں تو جتنی مانگنی تھیں پہلے ہی مانگ چکا ہے یعنی دنیا کی نعمتیں اور دوسری ایسی چیزیں جو نعمت کہلاتی ہیں۔ یہاں کہیں یہ نہیں فرمایا کہ اے خدا ہمیں اس رستے کی ہدایت دے جہاں نعمتیں ملتی ہوں۔ فرمایا .... اس رستے کی طرف ہدایت دے جہاں تیرے پیار حاصل کرنے والے، تجھ سے انعام پانے والے چلتے ہیں۔ اب یہاں اس دعا میں نعبدُ اور نستعین کے ... دونوں مضامین اکٹھے ہوگئے ہیں۔ یہ بتایا گیا ہے کہ روحانی مرتبے اور قرب الٰہی کے لئے اگر تم دعا مانگو گے تو یہ ایک ایسا مضمون ہے جو عام حالات میں نعمتیں عطا کرنے سے مختلف مضمون ہے ایک کافر جو خدا تعالیٰ کے احکامات سے کھلم کھلا بغاوت کرتا ہے وہ بھی خدا کی نعمتوں میں حصہ پاتا ہے کیونکہ دنیا میں ہر جگہ اس کی نعمتیں پھیلی پڑی ہیں۔ کوئی ایسا انسان نہیں ہے جو خدا کی نعمت سے حصّہ نہ پاتا ہو لیکن جب آپ یہ کہتے ہیں کہ (جس پر تو نے انعام کیا) اے خدا! ہمیں اُن لوگوں کا رستہ دے جو منعمٌ علیہ ہیں تو نعمتیں نہیں مانگیں بلکہ خدا سے انعام یافتہ لوگ بننے کی دعا مانگی ہے اور یہاں سارے کافر، تمام خدا سے روگردان اور دنیادار الگ ہو جاتے ہیں اور ان کا رستہ یہاں ختم ہو جاتا ہے۔

خدا سے اس کا قرب مانگو

اب ایک اور رستہ شروع ہوتا ہے جو قربِ الٰہی کا رستہ ہے۔ خدا سے پیار مانگنے کا رستہ ہے۔ اس سے مراتب حاصل کرنے کا رستہ ہے اور اس کے متعلق ہمیں فرمایا کہ یہ رستہ تمہیں تب عطا ہوگا جب تمہاری عبادت واقعۃً ان رستوں سے گذرے گی جن رستوں سے انعام پانے والوں کی عبادتیں گذر چکی ہیں۔ جہاں تم نعمت کی دعا نہیں مانگ رہے ہوگے اور یہ دُعا پہلی دُعا سے بہت زیادہ مشکل دعا ہے۔ لوگ عموماً سمجھتے ہیں (ہم کو سیدھی راہ پر چلا) کہنا بڑا آسان کام ہے کہ اے خدا ہمیں سیدھے رستے پر چلا۔ بس بات ختم ہوگئی۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ جن لوگوں پر خدا نے انعام کیا تھا وہ تھے کون کون اور اس دنیا میں کن کن مصیبتوں سے گذرے ہوتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تمام انعام پانے والوں کے سردار تھے اور اس سے پہلے موسیٰؑ نے بھی انعام پائے اور عیسیٰؑ نے بھی پائے اور ابراہیمؑ نے بھی پائے اور نوحؑ نے بھی پائے اور تمام گذشتہ انبیاء جن کی تاریخ قرآن کریم میں محفوظ ہے وہ لوگ ہیں جو منعم علیہم کے گروہ میں داخل ہیں۔ اُس رستے پر چلتے رہے جس پر خدا نے انعام پانے والے انسان پیدا کئے تھے۔ انعام نہیں رکھے، انعام حاصل کرنے والے انسان پیدا کئے تھے۔ اب اُن پر آپ نظر ڈالیں تو ہر ایک کی زندگی ایک مصیبت یعنی دنیا کی نظر میں۔ ایسے خطرناک مراحل سے گذرے ہیں۔ ایسے تکلیف دہ حالات کا ساری عمر سامنے رہا۔ ایسی ایسی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے۔ ایسے ایسے دکھ اُن پر لادے گئے کہ جو عام انسان کی کمر توڑ دیتے ہیں تو کیا آپ یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اے خدا ہمیں وہ بنا دے۔ اچانک ایک جھٹکا انسان کو لگتا ہے اور انسان حیران رہ جاتا ہے کہ میں کہاں پہنچ گیا (ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) کہتے کہتے آرام سے میں ہر چیز مانگتا ہی چلا جا رہا تھا اور اچانک ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں جہاں ڈر لگتا ہے اور دل میں خوف پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا مانگ رہا ہوں۔ اور اگر یہ دیانتداری سے مانگتا ہے تو پھر ہر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے تیار ہونے کی کوشش کرتا ہے اور (ہمیں ہمارے مناسب حال عبادت کے طریق بتا) (سورۃ البقرہ: ۱۲۹) کی دعا مانگ رہا ہوتا ہے۔ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ اے خدا! اب مجھے میری قربان گاہیں دکھا۔ مجھے بتا کہ کہاں کہاں میرے خون کے قطرے تیری راہوں میں بہنے چاہئیں۔ کس کس مقام پر میرے سر قلم ہونے چاہئیں اور میری جان تجھ پر فدا ہونی چاہیئے۔ کتنی عظیم لیکن ایک کتنی مہیب دعا بن جاتی ہے ان معنوں میں کہ انسان منعم علیہم کے گروہ پر جب غور کرتا ہے تو ایک اور ہی تصویر ابھرتی ہے اور اس تصویر کے ساتھ خوف جو پیدا ہوتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج قرآن کریم میں ہی رکھ دیا ہے۔ فرمایا: منعم علیہ وہ نہیں ہیں جو صرف انبیاء سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ ان کے مختلف مراتب ہیں (اور جو لوگ بھی اللہ اور اس رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین میں اور یہ لوگ بہت ہی اچھے رفیق ہیں) (سورۃ النساء: آیت ۷۰) تو اے بندو! خوف نہ کھاؤ۔ لیکن سچائی سے دعا ضرور مانگو۔ اگر تمہیں ابھی یہ حوصلہ نہیں کہ منعم علیہم لوگوں کے سرتاج جیسا بننے کی کوشش کرو اور خدا سے یہ دعا مانگو کہ جس طرح اُن کی زندگیاں گذریں ویسی ہی ہماری زندگیاں بھی گذریں تو پھر ذرا نیچے اُتر جاؤ۔ نچلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر دعا مانگ لو۔ وہاں نہیں ہمت پڑتی تو اس سے نچلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر دعا مانگ لو۔ سب سے آخری چوکھٹ پر کھڑے ہو جاؤ۔ صالحین کے اندر ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ ایسے بھی ہیں جن سے کمزوریاں بھی سرزد ہوئیں۔ جن کے اندر زیادہ بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں تھی۔ اللہ ان سے درگذر فرماتا رہا مگر کسی میں تو ضرور شامل ہو اور کچھ نہ کچھ ویسے نمونے ضرور دکھاؤ جیسے انعام پانے والوں نے اس سے پہلے دکھائے ہیں تو دیکھئے یہ سورۃ فاتحہ کی دعا ہمیں کن کن راہوں سے گذارتی رہی ہے۔ کن کن نئے مطالب اور معارف کے جہان ہمارے سامنے کھولتی چلی جا رہی ہے اور کھولتی رہی ہے اور کس طرح ہمیں رفتہ رفتہ سلیقہ سکھاتی ہے، تربیت دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کس طرح ادا کرو، اس سے کیا فائدہ اٹھاؤ۔ کس طرح اس سے دلی تعلق قائم کرو لیکن جیسا کہ مَیں نے بیان کیا تھا یہ مضمون تو شائد اَور ایک دو خطبوں کا محتاج رہے۔ ابھی وقت ختم ہو رہا ہے۔ ایک گھنٹے کے قریب وقت گذر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے تو آئندہ یا اس سے آئندہ خطبے میں (اللہ نے چاہا تو) اس مضمون کو جاری رکھیں گے ...."

اخبار احمدیہ

ربوہ — مورخہ ۲۵-جنوری کو بیت الاقصیٰ میں نماز جمعہ محترم حافظ مظفر احمد صاحب نے پڑھائی اور خطبہ میں آپ نے سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دو خطبات فرمودہ ۴-جنوری ۱۹۹۱ء اور ۱۱-جنوری ۱۹۹۱ء کے خلاصے پیش کئے۔

۴-جنوری کے خطبہ میں حضور ایدہ اللہ نے وقف جدید کے نئے سال یعنی ۳۴ ویں سال کا اعلان فرمایا ہے اور احباب جماعت کو تلقین فرمائی ہے کہ اس سال خصوصیت سے اس امر پر زور دیں کہ وقف جدید میں حصّہ لینے والوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ حضور نے تھر کے علاقے میں وقف جدید کے معلمین کی زبردست قربانیوں کا نہایت شاندار الفاظ میں ذکر فرمایا۔

۱۱-جنوری کے خطبہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلیج کے موجودہ تشویشناک حالات کا ذکر کرتے ہوئے احباب جماعت کو دعا کی طرف توجہ دلائی۔ اور فرمایا کہ یہ ایک ہولناک عالمی منصوبہ ہے جس کا مقصد صرف عراق کو تباہ کرنا ہے۔ امن کے نام پر لڑی جانے والی اس جنگ نے اور جنگوں کو جنم دینا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر اب بھی اسلامی ممالک یہ اعلان کر دیں کہ ہم سارے خود ہی مل کر عراق سے نبٹیں گے تو اب بھی اس علاقے میں خون ریزی رک سکتی ہے۔

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی - ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقفین نو

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام واقفین نو کو صحت و تندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور وہ بڑے ہو کر خود اپنے آپ کو وقف کے لئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں۔

مسخر سفیر ابن مکرم نصیر احمد صاحب جھٹول
چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ

عبدالمنان اطہر ابن مکرم منظور احمد صاحب جھٹول
چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ

نائمہ مریم بنت مکرم محمد شفیق اختر صاحب
حلقہ کھوکھراپار کراچی نمبر ۳۷

منور احمد نومی ابن مکرم شریف احمد صاحب اصغر
دارالیمن غربی ربوہ

عدیل احمد منیب ابن مکرم صغیر احمد صاحب
دارالیمن شرقی ربوہ

مریم صدیقہ بنت مکرم رانا طاہر احمد صاحب
۹/۲ - G اسلام آباد

ملک اسمٰعیل مظفر ابن مکرم ملک سرور زمان صاحب
کراچی نمبر ۱۸۔ ناظم آباد

رانا نعمان آصف ابن مکرم محمد آصف قمر صاحب
چک ۴۹۷ ج ب شورکوٹ

محمد اسمٰعیل ذکریا ابن مکرم راجہ محمد عبداللہ خاں
صاحب راجوروی ۔ ربوہ

خولہ بسالت بنت مکرم محمد ثناء اللہ صاحب
کیلے ضلع شیخوپورہ

عدنان احمد ابن مکرم سلطان احمد صاحب
سرگودھا

سمن منیر بنت مکرم عبدالقیوم صاحب صفدر
ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی لاہور

ھبۃ الشافی بنت مکرم افتخار احمد صاحب گوندل
کوارٹر نمبر ۳۷، تحریک جدید ربوہ

در شہوار بنت مکرم محمد اکرم صاحب
بھلوال ضلع سرگودھا

محمد حنان ابن مکرم عبدالہادی صاحب
ٹنڈو اللہ یار سندھ

نعمان احمد ابن مکرم محمد شریف صاحب
تھرپارکر سندھ

آصف احمد ناصر ابن مکرم لطیف احمد طاہر صاحب
شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ لاہور

احمد صادق ابن مکرم ناصر احمد صاحب
احمد نگر ضلع جھنگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے)

تلقین عمل

جب فرعون نے موسوی عصا اور ید بیضاء کا نشان دیکھا تو چونکہ وہ دینی علوم سے بے بہرہ تھا اس نے یہ نہ سمجھا کہ یہ ایک کشف ہے۔ جس میں ارد گرد کے لوگوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ بلکہ سمجھا کہ شائد یہ کوئی جادوگر ہے۔ جو اپنے فن میں بڑا مشاق ہے۔ اور چونکہ جادوگر روحانی آدمی نہیں ہوتا اسلئے خیال کر لیا کہ ضرور اس جادو کے پیچھے کوئی غرض ہوگی اور وہ غرض اس نے یہ نکالی کہ یہ ہم کو اپنے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔ اس بیوقوف نے یہ نہ سوچا کہ تھوڑی ہی دیر پہلے حضرت موسیٰؑ اس سے کہہ چکے تھے کہ میں تیرے پاس اسلئے آیا ہوں کہ تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے تو جو شخص بنی اسرائیل کو مصر سے نکالنے کی خواہش کرتا ہے۔ وہ قبطیوں کو جو اسکی مخالف قوم تھے مصر سے نکالنے کا کس طرح ارادہ کر سکتا ہے۔ یہ دونوں باتیں تو متضاد ہیں۔ اگر بنی اسرائیل نکل جاتے تو قبطیوں کے پاؤں اور بھی مضبوط ہو جاتے۔ بنی اسرائیل کے نکالنے کی خواہش سے قبطیوں کے نکالنے کا ذکر کہاں سے نکلا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اسکے درباریوں کے ہوش کچھ ٹھکانے نہ تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ بادشاہ بے تکی باتیں کر رہا ہے۔ موسیٰؑ کی باتوں سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی قوم کو نکالنا چاہتا ہے۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ قبطیوں یعنی قوم فرعون کو نکالنا چاہتا ہے۔ اسلئے انہوں نے کہا اسکو اور اسکے بھائی کو ابھی ڈھیل دیجئے۔ اور ارد گرد آدمی بھیجئے کہ وہ تمام بڑے بڑے ساحروں کو جمع کریں۔ اگر یہ واقعہ میں ساحر ہے۔ نبی نہیں تو یہ ان سے ہار جائیگا۔ اور اسکا دعویٰ باطل ثابت ہو جائیگا۔ چنانچہ لوگوں کو اعلان کر کے جمع کیا گیا اور انہیں کہہ دیا گیا کہ اگر ساحر غالب رہے تو ہم انکے پیچھے چل پڑیں گے یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ کفار کی ذہنیت کیسی پست ہوتی ہے۔ چونکہ انکے دل خدا تعالیٰ کی خشیت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ نبی کو ماننے کے لئے تو کسی صورت میں بھی تیار نہیں ہوتے لیکن انکا مخالف تھوڑی سی بھی کامیابی حاصل کرلے تو اسکے پیچھے چلنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ قوم فرعون اسی افسوسناک ذہنیت کا قرآن کریم نے ایک اور مقام پر ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے کہ ...... یعنی ہم نے موسیٰؑ کو ہر قسم کے نشانات اور روشن دلائل دے کر فرعون اور اسکی قوم کے بڑے بڑے عمائد کی طرف بھیجا لیکن بجائے اسکے کہ لوگ موسیٰؑ کی پیروی کرتے انہوں نے فرعون کی پیروی کی۔ حالانکہ فرعون کی جو تعلیم تھی وہ صحیح راستہ دکھانے والی نہ تھی۔ لیکن پھر بھی جو گمراہی کی طرف لے جانے والا تھا اسکی بات تو انہوں نے مان لی اور جو ہدایت کی طرف لے جانے والا تھا اسکی بات نہ سنی۔ بدقسمتی سے یہی طریق ہمیشہ سے چلا آرہا ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے تو آپؐ نے جو تعلیم دی وہ بنی نوع انسان کو فلاح اور کامیابی کے مقام تک پہنچانے والی تھی۔ مگر آپؐ کے وطن کے لوگوں نے اسکا انکار کر دیا۔ اور پہلے تو ابوجہل کے پیچھے چلے جو فرعون کا ایک روحانی قائم مقام تھا۔ اور اسکی گندی اور فساد پھیلانے والی تعلیم کو انہوں نے قبول کر لیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم کو رد کر دیا۔ آپکے بعد بھی یہی ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو صحابہؓ آپ پر ایمان لے آئے مگر سارے عرب نے بغاوت کر دی۔ اور انہوں نے وہی طریق اختیار کیا جو ابوجہل اور اسکے ساتھیوں نے اختیار کیا تھا اور اسوقت کے فراعنہ کے پیچھے چل پڑے۔ اس وقت کے فرعون مسیلمہ کذاب، اسود عنسی اور سجاح وغیرہ تھے جنہوں نے جھوٹے طور پر نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور لوگ انکے متبع ہو گئے مگر جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا جانشین تھا۔ اور لوگوں کے اندر اسلامی روح پیدا کرنیوالا تھا اسکو چھوڑ دیا پھر آپؓ کے بعد حضرت عمرؓ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنا دیا۔ تب بھی یہی ہوا۔ حضرت عمرؓ اپنی وفات کے قریب حج کیلئے گئے تو بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ عمرؓ مر جائیں گے تو ہم فلاں کو خلیفہ بنائیں گے۔ اور کسی کی بیعت نہیں کرینگے پھر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو انکے زمانہ میں بھی عبداللہ بن سباء جیسے لوگوں نے فتنہ کھڑا کر دیا یہ شخص بھی مصری تھا جیسا کہ فرعون مصری تھا اور لوگوں نے اسکی بات ماننی شروع کر دی انکے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تب بھی لوگوں نے یہی طریق اختیار کیا۔ پہلے تو حضرت علیؓ کو خلیفہ بننے پر مجبور کیا گیا اور پھر ایک چھوٹا سا عذر کر کے کہ معاویہؓ سے صلح کیوں کی انہیں لوگوں نے جنہوں نے آپکو خلافت کے لیے کھڑا کیا تھا بغاوت کر دی اور خوارج کے نام سے الگ ہو گئے اور انہوں نے دو صدیوں تک اسلام میں وہ تہلکہ مچایا کہ لوگوں کا امن بالکل برباد ہو گیا۔ اسی طرح جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر ایک لمبا عرصہ گذر گیا اور امت محمدیہ میں مختلف اولیاء پیدا ہوئے تب بھی یہی ہوا کہ لوگوں نے ان کی نہ سنی بلکہ انکے دشمنوں کی سنی جو اپنے وقت کے فرعون تھے۔ اور انکے پیچھے چل پڑے چنانچہ حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ، حضرت قطب الدینؒ صاحب بختیار کاکی، حضرت نظام الدینؒ صاحب اولیاء اور حضرت خواجہ فرید الدینؒ صاحب گنج شکر وغیرہ کی بھی مخالفت ہوئی۔ حضرت سید احمد صاحب سرہندی آئے تو لوگوں نے جہانگیر کے کان بھرنے شروع کر دیئے کہ یہ شخص حکومت کا باغی ہے اسے جلدی سنبھالیں۔ ورنہ سخت فتنہ پیدا ہو جائیگا۔ چنانچہ جہانگیر نے انہیں گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا مگر پھر بعض لوگوں نے انہیں سمجھایا کہ یہ بزرگ انسان ہے اسے رہا کر دو۔ چنانچہ اس نے دانائی سے کام لے کر انہیں رہا کر دیا۔

غرض جب سے اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور خلفاء کا سلسلہ جاری ہے صداقت کی ہمیشہ مخالفت ہوتی چلی آئی ہے۔ یہی مخالفت کا جذبہ فرعون اور اسکی قوم کے اکابر کے دل و دماغ پر بھی حاوی تھا۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا مگر انہیں یہ کہنے کی توفیق نہ ملی کہ اگر اس مقابلہ کے نتیجہ میں موسیٰؑ غالب آگیا ہم موسیٰؑ کے پیچھے چل پڑیں گے۔ اور اس کی بات مان لیں گے۔ بلکہ انہوں نے اگر لوگوں کے کان میں کوئی بات ڈالی تو صرف یہی کہ اگر جادوگر غالب آگئے تو ہم انکے پیچھے چل پڑیں گے۔ حالانکہ مقابلہ میں اس بات کا بھی امکان تھا کہ موسیٰؑ جیت جاتے اور جادوگر ہار جاتے مگر باوجود اسکے کہ دونوں پہلو ان کے سامنے موجود تھے اور وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ اگر جادوگر غالب آگئے تو ہم جادوگروں کی بات مان لیں گے اور اگر موسیٰؑ غالب آیا تو ہم موسیٰؑ کی بات مان لیں گے۔ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ اگر جادوگر غالب آئے تو ہم انکے پیچھے چل پڑیں گے۔ اور اس طرح انہوں نے اپنے دلوں کے بغض اور عناد کا اظہار کر دیا۔ اور بتا دیا کہ انہیں صداقت سے کوئی غرض نہیں وہ صرف فرعون کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور اسی غرض کیلئے وہ اس مقابلے کا انتظام کر رہے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم الشان نبی کے مقابلے میں انکا ساحروں کو بلانا یہ بھی بتاتا ہے کہ انبیاء کی ابتدائی حالت کتنی کمزور ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے اور آپ فرعون کو تبلیغ کرنے کیلئے گئے تھے۔ مگر وہ انہیں اتنا حقیر سمجھتا تھا کہ انکے مقابلے کیلئے اس نے مداریوں کو بلا کر کھڑا کر دیا۔ مگر کجا وہ حالت اور کجا یہ کہ آج حضرت موسیٰؑ کی امت کو دنیا میں اتنی طاقت حاصل ہے کہ بڑی بڑی سلطنتیں اسکی ناراضگی سے ڈرتی ہیں۔ آج امریکہ جیسی طاقت انکی پیٹھ پر ہے اور فلسطین میں انکی حکومت قائم ہے۔ لیکن اس وقت اتنی کمزوری کی حالت تھی کہ فرعون مداریوں کو بلا کر آپکے مقابلے پر کھڑا کر دیتا ہے۔ آج اگر ہندو یا عیسائی کسی مسلمان عالم کے مقابل پر بھی مداری کھڑا کر دیں تو تمام لوگ شور مچانا شروع کر دیں گے کہ ان کی ہتک کی گئی ہے۔ لیکن حضرت موسیٰؑ نے اس خیال سے کہ شائد اللہ تعالیٰ ان کو اس راہ میں ہدایت دے دے مقابلے سے انکار نہ کیا اور مداریوں کے مقابلے میں بھی کھڑے ہونے کے لیئے تیار ہو گئے لیکن اب اگر وہی فرعون دوبارہ زندہ کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں اپنے آپ کو ایک بندر سے بھی زیادہ ذلیل سمجھے اور یہ دیکھ کر حیران ہو کہ اسکی نسل کا تو دنیا میں کہیں نشان بھی نظر نہیں آتا اور موسیٰؑ کی قوم فلسطین پر حکومت کر رہی ہے۔

حضرت فضل عمر نے فرمایا

"برکت تمہیں تبھی حاصل ہوگی جب تم اپنی ساری حیثیتوں کو نمایاں کر کے کام کرو گے جب تمہیں ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے کام کرنا پڑے تو تم پاکستانی حیثیت کو نمایاں کرو۔ جب تمہیں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے کام کرنا پڑے تو تم اپنی انسانیت کو نمایاں کرو۔ مثلاً اگر کوئی چلتے ہوئے گر جاتا ہے تو یہ انسانیت کا حق ہے کہ اسے اٹھایا جائے۔ اس میں خدام کا کیا سوال ہے۔ ایک ہندوستانی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ایک پنجابی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ایک چینی اور جاپانی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ایک سرحدی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ پس اگر اتفاقی طور پر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے تو یہ خدام الاحمدیہ والی خدمت خلق نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ یہ وہ خدمت ہوگی جو ہر انسان پر انسان ہونے کے لحاظ سے عائد ہوتی ہے۔ اگر وہ ان فرائض کو ادا نہیں کرتا تو انسانیت سے بھی گر جاتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ وزیر اعظم اپنے امن مشن کے آخری مرحلہ پر سعودی عرب میں شاہ فہد سے مذاکرات کر رہے ہیں ۔ اس سے قبل انہوں نے مصری صدر حسنی مبارک سے ملاقات کی ۔ مصر کے صدر نے خلیج کے مسئلہ پر پاکستان کے مؤقف سے اتفاق کیا اور وزیر اعظم کی کوششوں کو سراہا ۔

○ چیف آف آرمی سٹاف ۲۹ جنوری کو خلیج کی جنگ کے بارے میں اخبار نویسوں کو بریفنگ دیں گے ۔

○ کراچی میں ایک دن میں تین سو سے زیادہ جلوس عراق کی حمایت میں نکالے گئے اور ۵۰۰ امریکی پرچم جلائے گئے ۔ لاہور میں عوامی نیشنل پارٹی نے ایک احتجاجی جلوس نکالا ۔ راولپنڈی بہاولپور اور دیگر شہروں سے بھی احتجاجی مظاہروں کی خبریں ملی ہیں ۔

○ مولانا فضل الرحمن نے مطالبہ کیا ہے کہ وزیر خارجہ کو فوراً برطرف کیا جائے ۔ انہوں نے الزام لگایا کہ وزیر اعظم کا موجودہ امن مشن امریکہ کے اشارہ پر شروع کیا گیا ہے ۔

○ پاکستان میں عراقی سفیر نے کہا ہے کہ عراق نے کبھی مسئلہ کشمیر کی مخالفت نہیں کی یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے ۔

○ صدر مملکت نے قومی اسمبلی کا اجلاس ۳ فروری کو طلب کیا ہے ۔

غیر ملکی خبریں

○ عراق کے اسرائیل اور سعودی عرب پر سکڈ میزائیلوں کے حملے جاری ہیں امریکہ کے نصب شدہ پیٹریاٹ راکٹوں کی جوابی کارروائی کے باوجود دونوں ملکوں میں متعدد شہریوں کے ہلاک اور زخمی ہونے کی خبریں ملی ہیں ۔ ظہران ۔ ریاض اور تل ابیب میں کئی عمارتیں بھی زمین بوس ہو گئی ہیں ۔

○ اتحادی فوجیں عراق کے خلاف وسیع پیمانے پر زمینی کارروائی کی تیاری کر رہی ہیں اور ہوائی حملوں میں شدت آگئی ہے تا کہ زمینی حملوں سے پہلے زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچایا جا سکے ۔

○ بغداد ریڈیو سے جاری ہونے والے ایک بیان میں عراقی قوم کے اس عزم کو دہرایا گیا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت انہیں کویت سے بے دخل نہیں کر سکتی ۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ ہم نے اپنے خلاف جمع ہونے والی تمام فوجوں کو شکست دینے کا تہیہ کر رکھا ہے ۔

○ خام تیل کی دس میل لمبی اور سات میل چوڑی تہہ کویت کے ساحل سے جنوب کی طرف بڑھ رہی ہے ۔ امریکہ نے عراق پر الزام لگایا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر ماحول کو آلودہ کرنے کے لئے خام تیل بہایا ہے عراق کا کہنا ہے کہ یہ تیل آئل ٹینکروں پر امریکی بمباری کی وجہ سے بہہ نکلا ہے ۔

زرعی اراضی برائے ٹھیکہ

ربوہ سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر ٹھٹھہ غلام کے قریب چالیس ایکڑ زرعی اراضی جو آباد اور زرخیز ہے اور اس میں ٹیوب ویل بھی نصب ہے ٹھیکہ پر دینی مقصود ہے ۔
خواہشمند احباب رابطہ قائم کریں
معرفت
دفتر الفضل ربوہ

مکان برائے فوری فروخت

خاکسارہ اپنا مکان واقع محلہ دارالرحمت وسطی جس کا رقبہ دس مرلہ ہے اور جسکی مکانیت حسب ذیل ہے فوری فروخت کرنا چاہتی ہے ۔ تین بیڈ روم ۔ ڈرائنگ ڈائننگ دو سٹور ۔ اٹیچ باتھ ۔ برآمدہ اور کچن وغیرہ ۔
خواہشمند احباب رابطہ کے لئے درج ذیل پتہ پر ملیں ۔
بر مکان چوہدری فضل دین صاحب جہلمی
۸/۱۹ دارالرحمت وسطی ربوہ
ٹائم ۲ بجے دوپہر تا ۶ بجے شام

شریف جیولرز

روائتی زیورات جدید فیشن کیساتھ
اقصیٰ روڈ ربوہ
فون دکان : ۶۴۹
رہائش : ۸۴۱

طاہر گولڈ سمتھ

خالص سونے چاندی کے ساتھ بہترین ورائٹی کا مرکز
بالمقابل ایجنسی لائٹ گیس اقصیٰ چوک ربوہ ۔
فون دکان : ۶۴۳
فون رہائش : ۷۵۶

اٹھراء کی گولیاں

نرینہ اولاد سے محروم حضرات اور اٹھراء کی شکار دکھی عورتوں کے لئے امید کی کرن
اٹھراء کی گولیاں
عورتوں اور بچوں کے علاج کیلئے ہم سے رجوع کریں
گولڈن پلز طاقت کا سرچشمہ
اعضائے رئیسہ کیلئے بے حد مفید اور مقوی
زیر نگرانی : مرض اٹھراء کے مشہور معالج
حکیم عطاء الرحمٰن علوی اینڈ سنز ولد حکیم نظام جان
دواخانہ محافظِ صحت گول چوک اوکاڑہ

ہومیو پیتھک کلینک حنیف

۱۷۶ ۔ بینک سکوائر مارکیٹ نزد شیزان بیکری ماڈل ٹاؤن ۔ لاہور
موسم سرما کے اوقات کار :-
اتوار سے جمعرات تک صبح ۹½ بجے سے ۱۲ بجے تک
شام ۵ بجے سے ۷½ بجے تک
ہر جمعہ کی شام اور ہفتہ کی صبح دواخانہ بند رہتا ہے
خاکسار : ڈاکٹر شیخ محمد حنیف آف کوئٹہ حال لاہور

مشہور دواخانہ

٭ نرینہ اولاد سے محروم ٭ بے اولاد ٭ اٹھراء ٭ سوکھا ٭ گرمی ٭ گیس کا علاج کرنیوالے
۱۹۱۱ء سے مصروفِ خدمت
مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)
چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ پوسٹ بکس ۱۹۰
فون ۷۸۸۴۴ / ۷۶۴۹۷ ۔ ۰۴۳۱
زیر نگرانی
حکیم عبدالحمید اعوان ابن حکیم نظام جان
برانچیں
ربوہ : اقصیٰ چوک نزد لیٹر بکس
ملتان : نزد پرانی کوتوالی حضوری باغ روڈ
لاہور : جوہر ٹاؤن فیز I بالمقابل مسجد
چک مزنگ نزد آخری سٹاپ ممتاز مارکیٹ
وفاقی کالونی نیو کیمپس روڈ ۔
چوک قلعہ کالروالہ : تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ ۔
کراچی : محمود آباد ۳ نزد شبینہ ڈاکخانہ
خواتین کے لئے انتظام کے ساتھ

الحمد جیولرز

طلائی و نقرئی زیورات کی معیاری دوکان
الحمد جیولرز
اقصیٰ روڈ ربوہ

دواخانہ حکیم نظام جان

٭ قدیمی ٭ اوّلین ٭ شہرہ آفاق
۱۹۱۱ء سے ایک ہی نام
دواخانہ حکیم نظام جان
چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ فون : ۷۳۹۹۷
برانچیں : ٭ کراچی : فون ۴۱۳۲۵۱
٭ لاہور : ۱ ۔ ڈی ۔ ۳ گلشن راوی
٭ ملتان : چوک جان محمد معصوم شاہ روڈ
٭ منڈی بہاؤالدین : بالمقابل شاہ تاج شوگر مل
٭ رحیم یار خان : فون ۴۷۹۹
٭ ربوہ ۔ اقصیٰ چوک کالج روڈ
فون نمبر ۵۵۸